

مولانا محمد علی صاحب جالندھری

مولانا ہزاروی مظلّم نے یہ تاثرات اپنے رفیقِ طریق مولانا جالندھری مرحوم کے بارہ میں ایڈیٹر الحق کی فرمائش پر دارالعلوم تشریف آوری کے موقع پر قلم برداشتہ تحریر فرمائے۔ (ادارہ)

قزاقی حقائق زمانے کے سیکڑوں دور گزرنے پر بھی الّاں کا کان قائم و دائم رہتے ہیں۔ دینی زندگی کی بے ثباتی اور دارِ آخرت کے دوام و بقا پر آسمانی مذاہب متفق ہیں، اور اسی لئے رجالِ آخرت یعنی اللہ واسے امور خیر اور اعلیٰ کلمۃ اللہ کی مساعی میں ممکنِ عجلت سے کام لیتے ہیں۔ جانے کا وقت اور اہل سستی کا علم اسی ذات واجب الوجود کو ہوتا ہے جو خالقِ کائنات اور ازلِ علیم و خبر ہے۔ ایک دقت تھا جب دنیا ابتداء سے انتہا کی طرف اور طفولیت سے شباب اور شباب سے کہولت اور خبثت کی طرف آرہی تھی۔ تو حضرت نوح علیہ السلام سے کچھ عرصہ کے بعد ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ جہولتِ ابراہیمی کی بنیاد تھتے۔ پھر پے در پے انبیاء علیہم السلام کے آنے جانے کے بعد حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد سے اس پیغمبرِ آخر الزمان کا ظہور قدسی ہوا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمعیل علیہ السلام کی دعاؤں کا نتیجہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی کا مظہر تھے۔ اب روحانی مدارج کو کمال نصیب ہو گیا تھا۔ البتہ جس طرح شریعتِ مطہرہ اصول و مبادی بلکہ ضروریات کی تکمیل کے باوجود بہت سی باتوں کی تفصیل محدثین و مبتدین امت کے ہاتھوں پوری کرنے کی مقدار تھیں۔ اسی طرح باطنی روحانی اقدار کی تفصیل اور مکمل ٹھہر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشاق و متبعین یعنی اولیاء اللہ کے ہاتھوں ہونا تھا۔ بہر حال اصولی طور پر شرعی طواہر و باطن اور روحانیت کا کمال ہو چکا تھا۔ مادی اعتبار سے دنیا کو ابھی بہت سی منزلیں طے کرنے کی تھیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے علم پاکہ اور اپنی دور رس بصیرت سے تقاربِ امکان کثرتِ بغما (کھانے بجانے کی کثرت) ملائم (علیم لڑائیوں) اور مادی غلبہ کی خاص خاص باتیں بتا

دی محققین۔ اور ساتھ ہی دینی کمزوریوں اور دھن یعنی کراہیت موت و حب دنیا کی اطلاعات بھی دیدی تھیں۔

اس تہید سے بخوبی یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ تخلیق کائنات کے مقصد پر راہرو جانے کے بعد دنیا کی بساط الٹنے اور وسیع و عریض مخلوقات کو سچھینے کا کام شروع ہو جانا چاہئے۔ اس صورت میں سوائے اس کے کہ ہر آنے والا دن نوال پذیر حالات کی خبر لائے اور کیا ہونا چاہئے۔ چنانچہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نے نہ صرف نبوت کا دروازہ بند کر دیا بلکہ آپ کے بعد جو جلیل القدر ہستی روپوش ہوئی ہے اسکی جگہ پر نہیں ہو سکتی۔ آپ کے بعد آپ جیسا آنا تو ممکن ہی نہ تھا۔ صدیق کے بعد صدیق جیسا اور فاروق کے بعد فاروق جیسا پیدا نہ ہوا۔ خلفاء راشدین کے بعد خلافت راشدہ ناپید ہو گئی۔ کبار اولیاء اور حفاظ و آئمہ حدیث نیز مجتہدین کے بعد اہل عالم ان جیسے حضرات کی صحبت و میضامن سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئی۔ حتیٰ کہ شاہ ولی اللہ کے بعد ولی اللہ پیدا نہ ہوئے۔ نہ شیخ الحداد کے بعد کوئی دوسرا محمود الحسن و دیوبندی پیدا ہوا۔ نہ شیخ الاسلام حضرت حسین احمد مدنیؒ کو پھر کسی نے دیکھا نہ علامہ انور شاہ کی نظیر مل سکی۔ نہ حضرت عثمانؓ کے لئے حکیم الامت تھانویؒ۔ نہ مفتی کفایت اللہؒ اور نہ حضرت لاہوریؒ۔ غرضیکہ جو گیا ان جیسا پھر نہیں آیا۔ وہ مقام خالی ہی رہا۔ چند سالوں میں ہمارے اور اکابر علماء و اولیاء ہم سے جدا ہوئے مگر اب ان جیسوں کے لئے آنکھیں ترستی ہی رہتی ہیں۔ امیر شریعت بخاریؒ اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری کی وفات کو ابھی دنیا یاد ہی کر رہی تھی کہ ان کی آخری نشانی حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری کی وفات حسرت آیات کی خبر وحشت اثر سے دلوں پر بجلی جیسی گری۔

حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ ان بزرگان دین میں سے تھے جنہوں نے باوجود صاحبِ بابت ہونے کے کبھی فخر و مباہات اور ظاہری ٹھاٹھ باٹھ کو پسند نہیں کیا۔ نہ کسی وقت تواضع و انکسار اور دیو دوستی کے جذبات کے تقاضوں کے خلاف کیا۔ دینی شعائر کی پابندی کے ساتھ سارا وقت تبلیغ دین میں خرچ کیا۔ انہام و تنہیم کا جو ملکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مرحمت فرمایا تھا۔ پچھلی صدی میں اسکی مثال مشکل سے ملے گی۔ حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی تقریر کے موقع پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی کام پر مقرر فرمایا ہے۔ آپ نے مسئلہ ختم نبوت اور کلیدی اساسیوں پر محدثین و مرتدین کے تقرر کے خلاف جو مدلل تقریر فرمائی وہ انہی کا حصہ تھی۔ مجھے یاد ہے کہ جب دار الکفر ربوہ کے پاس نصبہ لالیاں میں ختم نبوت کا نفرنس ہوئی

اس میں حضرت مولانا مرحوم نے جو فاضلانہ تقریر کرتے ہوئے مسئلہ حیاتِ مسیح علیہ السلام پر دلائل پیش کر کے ان کے جواب کا مطالبہ امتِ مرزائیہ سے کیا۔ آج تک اس کا جواب امتِ مرزائیہ نہیں دے سکی۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم نے اپنے پیش رو حضرت امیر شریعت بخاریؒ کے مشن کو پوری طرح نبھایا۔ آپ نے سارے پاکستان میں مجلس تحفظ ختمِ نبوت کی شاخیں قائم فرمائیں۔ ختمِ نبوت کا تئیں اور بہترین دفتر تعمیر کر کے ملتان میں یادگار چھوڑ گئے۔ ختمِ نبوت کا فنڈ بنایا۔ کتوں کے بھونکنے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے انتہائی دیانتداری سے مسئلہ ختمِ نبوت کی خدمت کی اور بلا معاوضہ (بلا تنخواہ) خدمت کرتے ہوئے مبلغین کی ایک بڑی تعداد تیار کر کے اپنے مالک سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولاناؒ کی حقیقت شناسی اور وفاداری کا اندازہ اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے۔ کہ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختمِ نبوت کے وقت جب کہ ہزاروں مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا اور جیلوں میں گئے۔ اس سے قبل انہوں نے فیصلہ کیا کہ مبلغین مسئلہ نبوت کے لئے کام لیکر کریں۔ یہ زیادہ اطمینان بخش اور حقیقی صورتِ خدمت ہو سکتی ہے۔ اس سیکم کو تقریباً سب نے منظور کیا۔ لیکن میں اپنے ایک عہد کی وجہ سے انکار کرتا رہا۔ آخر کار حضرت مولانا نے مجھے منوالیا۔ اور شاید ڈیڑھ سو روپے ماہوار گزارہ مقرر کر کے اس کام پر لگایا۔ مگر خدا کی شان کہ جلد ہی ہی تحریک ختمِ نبوت شروع ہو گئی۔ حضرت مولانا نے مجھے حکم دیا کہ کم از کم دو دفتر میں رہنا ضروری ہے۔ (دفتری کاروبار کرنا ہے) پھر ہمارے قیمتی نوجوان عالم ربانی حافظ حمید اللہ صاحب فرزند حضرت قطب ربانی مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ نے عین موقع پر دہلی دروازے سے باہر گرفتاری سے روک کر روپوش ہونے پر مجبور کر دیا۔ بہر حال جب تحریک گزر گئی اور اکابر علماء جیلوں سے باہر آ گئے حضرت مولانا محمد علی صاحب نے ان بیسیوں مبلغین کو پورے سال کی تنخواہیں اور فوادیں جو سال انہوں نے جیل میں گزارا تھا۔ اس سلسلہ میں مجھے بھی لکھا۔ مگر میں نے جواب دیا کہ میں اپنے کو اس کا مستحق نہیں سمجھتا۔ جب کام نہیں کیا تو تنخواہ کیسی۔ پھر کام بھی اپنا فرض ہے۔ مولانا نے اٹھارہ سو روپے کی بجائے میری رضامندی سے شاید دو سو روپے میرے نام بھیج دیے۔ لیکن ہمیشہ میرے اس انکار کا ان کے قلبِ مبارک پر اثر تھا، اور کسی وقت بھی وہ مجھ پر بدگمانی کرتے دیکھتے تو جواب دیکر تردید کرتے۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بعض لیڈروں

نے اس تحریک میں سموٹی بہت خدمت کی انہوں نے مولانا سے آٹھ دس ہزار روپیہ وصول کیا۔ بہر حال حضرت مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے ان گنت خیریاں عطا فرمائی تھیں جبکہ ساتھ سے جا کر وہ ہم سے جدا ہو گئے۔ اب جنت ہی میں انشاء اللہ تعالیٰ ملاقات ہوگی۔

مجلس احرار اسلام کانگرس سے بعض خصوصی مسائل کی وجہ سے علیحدہ ہو گئی اور باوجود جنگ آزادی کی حمایت کرنے کے تمام دینی تحفظات کے لئے سرکف میدان میں کھڑی رہی۔ اس کی روح امیر شریعتؒ تھے۔ داغ چوہدری انٹل جن اور امیر مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی تھے۔ اس اسلامی فوج کا مینمہ وغیرہ شیخ حسام الدین اور ماسٹر تاج الدین انصاری تھے۔ ان حضرات نے اپنے گرو پنجاب، سرحد، سندھ اور یوپی کے مخلص کارکنوں کا جتھے جمع کر رکھا تھا۔

یہ جماعت وقت پر اپنا فرض ادا کر گئی۔ اور ان کے وصال سے احرار کا بڑا قافلہ سفر ختم کر کے اللہ کو پایا ہو گیا۔ ان حضرات نے دوسرا قافلہ تیار کیا تھا، جس میں تاسی احسان احمد صاحب شجاع آبادیؒ، مولانا محمد علی صاحب مرحوم پیش پیش تھے۔ احقر بھی بعض دوسرے دوستوں کی طرح اس کاروان کے خادموں میں سے تھا۔ اور الحمد للہ تعالیٰ کہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت لاہوریؒ، حضرت امیر شریعتؒ کے مشن کو حتی الامکان پورا کرنے کی سعی کرتے رہے حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی وفات نے جو خلا پیدا کیا ہے، وہ حسب بیان سابق پُر ہونا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو جنت الفردوس نصیب کرے، ان کے ہاشمینوں کو استقامت بخشے اور ہمیں اسی راہ پر سے چلے۔ ربہ توفی مسلماً و الحق بالصلاحیہ۔ آمین۔

اچھا اخبار دی ہے جس میں پھپھنے والی ہر سطر پر آپ پوری طرح بھروسہ کر سکیں

روزنامہ وفات لاہور

ایڈیٹر مصطفیٰ صادق

نیکی کا ہمنوا اور بدی کے خلاف قلمی یار

کا داعی ہے

آپ سب سب وفات کا مطالعہ فرمائیے

جنرل منیجر روزنامہ وفات - ۴۱ میکلوڈ روڈ - لاہور